

Thematic Diversity In Majeed Amjad's Poetry

مجید امجد کی شاعری میں موضوعاتی تنوع

Dr. Uzma Noreen

Lecturer GC Women University Sialkot

Dr. Nazia Sahar

Assistant Professor, Department of Urdu Islamia College Peshawar

Dr. Syed Azwar Abbas

Lecturer, Urdu Department Hazara University Mansehra

Abstract

Majeed Amjad (1914-1974) from Jhang was a leading Urdu poet. He gave Urdu poetry a style of modern themes and played an important role in bringing it closer to world literature with his simple but profound imagination. Among the first generation of poets who made their impact on Urdu poetry after the establishment of Pakistan, Majeed Amjad's name comes first. Especially in the tradition of Urdu poetry, he added some colors that belong only to him. Majeed Amjad's ghazals also have their own special mood, but he was basically a poet of poetry. He started his literary life as the editor of Jhang's newspaper "Urooj" and had to wash his hands of the editorship for raising his voice against British imperialism. Later, he was appointed as an officer of the Food Department and worked there until his death. His first collection of poems "Shab-e-Rafta" was published in 1958. His second collection of poetry, "Shab Rafta Ke Baad", was published after his death in 1976, and his complete poetry was published in "Kaliyat-e-Majeed Amjad" in 1989. He made the common themes of daily life the focus of his poetry, but with a modern style of expression. By writing on titles like "Hari Bhari Faslo", "Bus Stand Par", "Harappe Ka Ek Katba", "Accident" and "Kahani Ek Malik Ki", he brought Urdu poetry in line with modern trends.

Key Words: Majeed Amjad, Jhang, leading Urdu poet, "Urooj", "Shab-e-Rafta", "Shab Rafta Ke Baad", "Kaliyat-e-Majeed Amjad", "Hari Bhari Faslo", "Bus Stand Par", "Harappe Ka Ek Katba", "Accident" and "Kahani Ek Malik Ki".

مجید امجد بیسویں صدی کے انتہائی منفرد اور اہم شاعر تھے۔ وہ نہایت وسیع المطالعہ شخص تھے۔ فارسی، انگریزی، عربی، ہندی اور پنجابی زبان سے اچھی طرح واقف تھے۔ شاعری کے ساتھ شروع سے ہی لگاؤ تھا۔ ان کے کلام میں موضوعات کی بولچھونی کے ساتھ ہیبت کا تنوع بھی نظر آتا ہے۔ ان کی شاعری میں فکر اور جذبے کی گہرائی موجود ہے۔ ان کی

پوری شاعری پر وقت کا تہا ہے۔ ان کی نظموں میں لمحہ حال کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ تاہم زندگی، جبر، ازل، ابد، تہذیب، جرات اور معاشرتی و سماجی موضوعات کو بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ عامر سہیل لکھتے ہیں:

”مجید امجد کثیر الحجتی افکار کا حامل شاعر ہے۔“ (۱)

مجید امجد نے نظم اور غزل دونوں میں طبع آزمائی کی ہے۔ بلال زبیری مجید امجد کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ:

”جدید اردو غزل میں فلسفہ اور فن کے امام مانے جاتے ہیں۔“ (۲)

انہوں نے اردو غزل کو ایک نئی سوچ اور نئے لب و لہجے سے آشنا کیا۔ کائنات کی وسعتوں میں پھیلے موضوعات کو جس جدت سے مجید نے پیش کیا ہے وہ خاص انہی سے عبارت ہے:

شاید اک بھولی تمنا، مٹتے مٹتے جی اٹھے

اور ابھی اس جلوہ زار رنگ و بو میں گھومیے (۳)

مجید امجد کی غزل کا موضوع زندگی کے سب رنگ ہیں غزلیہ سرمایہ اگرچہ کم ہے لیکن وہ فنی خوبیوں سے مالا مال ہے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ لکھتے ہیں:

”اُس کی نوا میں دل شکستگی اور ناتمائی کی خلش ہر جگہ ہے۔ وہ تنہائیوں اور بیابانی کیفیتوں کا مصور ہے۔ مگر کائنات کی ظاہری سطح سے ذرا نیچے جو عجائب و غرائب و طلسمات موجود

ہیں۔ اُن کا انکشاف بھی اُس کی خصوصیت ہے۔ اُس کی شاعری تمدن کے بازاروں سے دور اُس زندگی کی راز دار ہے جو بہت سادہ و معصوم ہے۔“ (۴)

مجید امجد کی شاعری روزمرہ زندگی کی حقیقی تصویر کی عکاس ہے۔ گلیاں، بازار، کھیت، پگڈنڈیاں، درخت، چڑیاں، کنواں غرضیکہ اُس کی پوری شاعری کا منظر نامہ لا تعداد انسانی

فطرت اور کائنات کے ان گنت مظاہر سے عبارت ہے۔ اُن کی نظموں کی چند مثالیں دیکھیے:

اے ری چڑیا

جانے اس روزن میں بیٹھے بیٹھے

تو کس دھیان میں تیری، چڑیا، اے ری چڑیا

بیٹھے بیٹھے تو نے کتنی لاج سے دیکھا

پتیل کے اس اک تل کو جو تیری ناک میں ہے

اپنی بہت پر یوں مت رنجھ، خبر ہے، باہر

اک اک ڈائمن آنکھ کی تپتی تیری تاک میں ہے

تجھ کو یوں چکارنے والوں میں ہے

اک جگ تیرا بری، چڑیا، اے ری چڑیا (۵)

مجید امجد کی نظموں میں انفرادی اور اجتماعی زندگی کے مظاہر نظر آتے ہیں ابتدائی نظموں منظر نگاری سے زیادہ قریب ہے ابتدائی دور کی ایک نظم دیکھیں:

چمکتی کار فرمائے سے گزری

غبار راہ کروٹ بدلی، جاگا

اٹھا اک دو قدم تک ساتھ بھاگا

پینا پے ٹھوکروں کا یہ تسلسل (۶)

زندگی کے ساتھ ان کا تعلق جذباتی قسم کا نظر آتا ہے ان کی نظم کا بند دیکھیے:

ابد کے سمندر کی اک موج

جس میں میری زندگی کا کنول تیرا ہے

کسی ان سنی دائمی راگنی کی کوئی تان،

آزردہ، آوارہ، برباد

جو دم بھر کو آکر برباد میری میری الجھی الجھی ہی سانسوں کی سنگیت میں ڈھل گئی

زمانے کی پھیلی ہوئی بیکراں وسعتوں میں یہ دو چار بچوں کی معیاد

طلوع و غروب مہ و مہر کے جاودانی تسلسل کی دو چار کڑیاں

یہ کچھ تھر تھراتے اُجالوں کا رومان، یہ کچھ سناتے اندھیروں کا قصہ (۷)

مجید امجد کو اپنے وطن کی ہر شے سے لگاؤ ہے۔ یہی محبت اُن کی نظم ”ہری بھری فصلوں میں جھلکتی ہے“:

ہری بھری فصلو

جگ جگ جیو، پھلو

ہم تو ہیں بس دو گھڑیوں کو اس جنگ میں مہماں

تم سے ہے اس دیس کی شوبھا، اس دھرتی کا مان

دیس بھی ایسا دیس کہ جس کے سینے کے ارکان

آنے والی مست رتوں کے ہونٹوں پر مسکان

جھکتے پھل، پکتے ہالے، دھوپ رہے چے کھلیاں

ایک ایک گھر وند انوشیوں سے بھر پور جہان

شہر شہر اور بستی بستی جیون سنگ بسو!

دامن دامن، پلو پلو، جھولی جھولی بسو!

چندن روپ بسو!

ہری بھری فصلو!

جگ جگ جیو پھلو! (۸)

مجید امجد نے اپنے نظریے کو کسی مخصوص تحریک سے وابستہ نہیں کیا۔ اُن کی مشاہداتی قوت، ترفیح تخیل اور عصری آگہی نے ہی اُن کی شاعری کی شکل متعین کی سے نظموں میں اکثر جگہ وہ ماضی سے رشتہ استوار کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ وہ کہندے یادوں کو فراموش نہیں کرتے۔ اُن کے نزدیک یاد ہی انسان کی پہچان ہے۔ انسان کی جڑ ہے۔ رفیق سندھیوی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

”مجید امجد یادوں کی نقل و حمل کا شاعر ہے یاد کی کند پھینک کر وقت کی بالائی چھتوں تک رسائی حاصل کر لینا اس کا محبوب مشغلہ ہے“ (۹)

مجید امجد کی شاعری میں ہنسیت کے جتنے تجربات نظر آتے ہیں وہ کسی اور شاعر کے ہاں کم ہی ہوں گے۔ لہذا ان کے نزدیک پوری زندگی کی کوشش پیہم سوچتے دن اور جاگتی راتوں کا مقصد صرف اور صرف اظہار کی حسرت ہے۔ یعنی اُن کا اصل مسئلہ اظہار ہے۔ مجید امجد کے لیے زندگی کا ہر لمحہ انوکھے اور منفرد اظہار کا متقاضی ہے۔ وہ عمل خیر کے تسلسل کو جاری رکھنے کے لیے شعر لکھتے ہیں۔ اُن کا مشاہدہ بے حد وسیع ہے۔ ڈاکٹر عطش درانی مجید امجد کے بارے میں لکھتے ہیں:

”مجید امجد مرحوم ہی ایک ایسے شاعر ہیں۔ جن کے ہاں کائنات کے ہر موضوع پر فکر و فلسفہ، شاعری اور زمین بیانی کا حسین امتزاج ملتا ہے۔ اس لحاظ سے جدید ترین دور کا نمائندہ

ترین شاعر مجید امجد ہی ہے۔“ (۱۰)

مجید امجد کے ہاں نئے تشبیہات و استعارات اور علامات کا استعمال ملتا ہے۔ اُن کا کلام ادب کے قیمتی شہ پاروں میں ایک اہم اور منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ مرگ و زبیت کے درمیان تمام موضوعات کو اپنی شاعری کا حصہ بنایا ہے۔ اُن کے ہاں خلوص اور صداقت ہے جو ان کے سچے شعری اظہار سے ظاہر ہے۔ مجید امجد بنیادی طور پر نظم گو شاعر ہیں۔ انھوں نے آزاد اور پابند ہر طرح کی نظمیں بھی لکھی ہیں۔ انھوں نے زندگی کے عمومی پہلوؤں کو لے کر اُن میں اپنی فکر کارنگ بھر کر اُن کو آفاقی کر دیا ہے وہ اقبال اور حالی کو اس لیے پسند کرتے ہیں کیونکہ اُن کی شاعری رموز حیات کی ترجمان ہے۔ اُن کی نظم ”اقبال“ کے چند اشعار دیکھیے:

اقبال! کیوں نہ تجھ کو کہیں شاعر حیات

ہے تیرا قلب محرم اسرار کائنات

بھولے ہوؤں کو تو نے دیادرس زندگی

زیبا ہے گر کہیں تجھے خضرہ حیات (۱۱)

مولانا الطاف حسین حالی کو یوں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں:

وہی حالی جو اذکار و نصیحت کے لیے آیا

وہی حالی جو ارشاد و ہدایت کے لیے آیا

وہی شاعر کہ جس نے شعر کی طرز کہن بدلی

وہی ناقو جو تبلیغ صداقت کے لیے آیا (۱۲)

مجید امجد کی شاعری میں صوتی آہنگ نظر آتا ہے انھوں نے عروضی پیمانوں کو نئے طریقوں سے آزمایا ہے۔ مجید امجد کے ہاں شکستہ دلی کا احساس نظم آتا ہے۔ وہ بھری دنیا میں خود کو تنہا محسوس کرتے ہیں۔ ڈاکٹر انور سدید اس بارے میں لکھتے ہیں:

”مجید امجد سکوت سخن جو کا شاعر تھا ظاہر مجید امجد کی شاعری پر اداسی کی ایک دبیز تہہ جمی ہوئی ہے۔ لیکن جو نئی مادے کا بوجھ ہٹ جاتا ہے تو وہ اپنا رشتہ ماوراسے قائم کر لیتے ہیں

اور یوں اُن کے ہاں کائناتی شعور بیدار ہو جاتا ہے۔“ (۱۳)

مجید امجد کی شاعری باطن میں اترتی محسوس ہوتی ہے اُن کے ہاں علامتیں نیارنگ اختیار کر لیتی ہیں۔ نظم ہو یا غزل مجید امجد دونوں میں اپنی شعری کائنات تخلیق کرتے ہیں۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی مجید امجد کو سوچ کی بے حرف لوکا شاعر قرار دیتے ہوئے اُن کی نظم اور غزل کے بارے میں لکھتے ہیں:

”مجید امجد واقعی اُردو نظم کا بہت بڑا شاعر ہے اور اس کے سامنے بہت سے قد آور شاعر بھی بونے دکھائی دینے لگتے ہیں۔ اس کا غزل کا سرمایہ کم ہے۔ اتنے کم غزلیہ سرمائے کے

باوجود جو موتی اُس نے اُردو غزل کے دامن میں ڈال دیے ہیں۔ اُن کی درخشندگی اور چمک کبھی بھی زنگ آلود نہیں ہو سکتی۔“ (۱۴)

مجید امجد کے یہ اشعار دیکھیں:

بیس برس سے کھڑے تھے جو اس گاتی نہر کے دوار

جھومتے کھیتوں کی سرحدیر، بانگے پہرے دار

گھنے، سہانے، چھاؤں چھڑکتے، بورلدے چھتار

بیس ہزار میں بک گے سارے ہرے بھرے اشجار (۱۵)

یادیں اور خواب ہر انسان کا قیمتی سرمایہ ہوتے ہیں۔ مجید امجد کے ہاں یاد کبھی ذہن کی سطح پر لڑھکتے نقش کی مانند ہے۔ کبھی زخم اور داغ کی صورت کبھی عکس کی طرح ہے۔ اُن کے ہاں ان دیکھے چہروں کے سینکڑوں خاکے اُبھرتے ہیں۔ اُن کے ہاں یادیں اور خواب ایسے قید خانے ہیں۔ جن سے ایک لمحے کے لیے بھی چھٹکارا نہیں ہے۔ مجید امجد کے ہاں یادوں کا دریچہ دیکھیے:

ایک اُجلا سا کانپتا دھتا
ذہن کی سطح پر لڑھکتا ہوا
نقش جس میں کبھی سمٹ آئی
لاکھ یادوں کی مست انگڑائی
عکس آن دیکھا عکس تیرا ہے
آنسوؤں کی روانیوں میں رواں
روح کی شورشوں میں سایہ کنناں
ذہن کی سطح پر لڑھکتا ہوا (۱۹)

مجید امجد کے ہاں یادیں انسان کی پہچان ہیں۔ اُس کی جڑیں ہیں اور انسان جڑوں کے سہارے ہی اپنی شناخت قائم رکھتا ہے۔ صفدر سلیم سیال کے ہاں بھی یادیں زندگی کی علامت ہے۔ ان کی شاعری فطرت کے قریب سادہ و معصوم زندگی کی عکاس ہے اور یہی اُس کی بے شکلی کی راز دار ہے۔ ڈاکٹر شید احمد گوریجہ لکھتے ہیں:

”مجید امجد نے اپنے تن کا ماس گلا کر، اور آنکھوں کا تیل جلا کر شعور فکر کی جو مشعل روشن کی ہے۔ اس سے اُردو شاعری کے ایوان ہمیشہ روشن رہیں گے۔“ (۱۷)

مجید امجد جدید اردو شاعری میں ممتاز و منفرد حیثیت کے مالک ہیں۔ اُنھوں نے نظم جدید کے فکری آفاق کو وسعت دی۔ اُنھوں نے تخلیقی تجربے کو تاریخی انسان کے وجودی ثمرات کے ساتھ ہم آہنگ کر کے ایسا جہان معنی تخلیق کیا ہے۔ جس کی بے کراں وسعتوں سے اُردو شاعری واقف نہ تھی۔ اُنھوں نے شاعری میں کھوکھلے پن کی بجائے نئے تجربے اور نئے رجحان کو فروغ دیا۔ عامر سہیل مجید امجد کے بارے میں لکھتے ہیں:

”مجید امجد کا وسیع تخیلاتی ذہن، دقیق مطالعہ اور زبان پر مکمل عبور اسے مستقبل کی پیش نہیں کرنے پر اکساتے ہیں۔ مجید امجد اُردو شاعری کی وہ مقبول ہستی ہے جس نے اکیسویں صدی کے ادبی تقاضوں کو نہ صرف سمجھا ہے بلکہ اپنی شاعری کو ان تقاضوں کے مطابق ڈھالا بھی ہے۔“ (۱۸)

مجید امجد کا رومان بھی اسی میں لپٹا ہوتا ہے شاید فطرت کے اس شیدائی کے نظر ہمیشہ انجام پر رہتی ہے مزاحمتی رویہ بھی مجید امجد کے ہاں ملتا ہے انسان کی ازلی وابدی محرومی محبت کی ناکامی اور انسانی بے توقیری کے سبب پیدا ہونے والی شکست خوردگی بھی ان کے موضوعات میں شامل ہیں فکر کے ساتھ ساتھ انکو فنی لوازم کا بھی خاصا شعور ہے۔ یوں مجموعی طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ وہ شاعر جو بہت بعد میں جا کر دریافت ہوا اور جس کی شاعری میں فلسفہ و حسن اور تمام فکری و فنی لوازم کا بے پناہ توازن موجود ہے اس شاعر نے اُردو نظم کی روایت میں بے حد خوش نما اور خوش کن اضافے کیے ہیں وہ مقامیت سے تعلق رکھنے والے چھوٹے سے چھوٹے موضوع کو بھی لے کر چلتا ہے اور وقت جیسے بڑے اور قدیم موضوع کو بھی لے کر چلتا ہے۔

مجید امجد اُردو شاعری کا وہ روشن ستارہ ہے جس کی تابناکی میں وقت کے ساتھ اور اضافہ ہوگا۔

حوالہ جات

- ۱۔ عامر سہیل، سید، مجید امجد، بیاض آرزو بکف، ملتان: بیکن بکس، ۱۹۹۵ء، ص: ۶۷
- ۲۔ بلال زبیری، تاریخ جھنگ، جھنگ: جھنگ ادبی اکیڈمی، ۱۹۷۶ء، ص: ۳۷۸
- ۳۔ مجید امجد، کلیات مجید امجد، مرتبہ: خواجہ محمد زکریا، لاہور: ماوراء پبلشرز، ۱۹۸۸ء، ص: ۳۰۳

- ۴۔ عبداللہ سید، ڈاکٹر، شب رفته، مضمون: مجید امجد ایک مطالعہ، مرتب: حکمت ادیب، جھنگ: جھنگ ادبی اکیڈمی، ۱۹۹۳ء، ص: ۱۸۷
- ۵۔ مجید امجد، کلیات مجید امجد، مرتب: خواجہ محمد زکریا، لاہور: ماورا پبلشرز، ۱۹۸۸ء، ص: ۳۹۸
- ۶۔ ایضاً، ص: ۲۶
- ۷۔ ایضاً، ص: ۱۸۵
- ۸۔ ایضاً، ص: ۲۵۱
- ۹۔ رفیق سندھی، شب رفته کا ایک حیرت افزا پہلو مضمون: مجید امجد ایک مطالعہ، مرتب: حکمت ادیب، جھنگ: جھنگ ادبی اکیڈمی، ۱۹۹۳ء، ص: ۳۵۰
- ۱۰۔ عطش درانی، ڈاکٹر، اُردو اصناف کی مختصر تاریخ، لاہور: مکتبہ میری لائبریری، ۱۹۸۶ء، ص: ۳۲
- ۱۱۔ مجید امجد، کلیات مجید امجد، مرتب: خواجہ محمد زکریا، لاہور: ماورا پبلشرز، ۱۹۸۸ء، ص: ۳۳
- ۱۲۔ ایضاً، ص: ۳
- ۱۳۔ انور سدید، ڈاکٹر، اُردو ادب کی مختصر تاریخ، لاہور: اے ایچ پبلشرز، ۱۹۹۶ء، ص: ۳۳۲
- ۱۴۔ طاہر تونسوی، ڈاکٹر، سوچ کی بے حرف لوکا شاعر، مضمون: مجید امجد ایک مطالعہ، مرتب: حکمت ادیب، جھنگ: جھنگ ادبی اکیڈمی، ۱۹۹۳ء، ص: ۳۲۱
- ۱۵۔ مجید امجد، کلیات مجید امجد، مرتب: خواجہ محمد زکریا، لاہور: ماورا پبلشرز، ۱۹۸۸ء، ص: ۳۳۶
- ۱۶۔ مجید امجد، کلیات مجید امجد، مرتب: خواجہ محمد زکریا، لاہور: ماورا پبلشرز، ۱۹۸۸ء، ص: ۱۸۲
- ۱۷۔ رشید احمد گوریجہ، ڈاکٹر، جدید اردو شاعری غزل اور نظم کے تناظر میں، ملتان: بیکن بکس، ۲۰۰۳ء، ص: ۳۳۶
- ۱۸۔ عامر سہیل، سید مجید امجد، بیاض آرزو کیف، ملتان: بیکن بکس، ۱۹۹۵ء، ص: ۷۵